کرنیں

لباس اور وضع قطع

مدیر کے قلم سے

وضع قطع یا ظاہری ہیئت و بھیس کے متعلق چند باتوں کا پابند بنانے کے بعد اسلام نے آزادی دی ہے، یہ علاقوں، رسموں اور مزاجوں کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا، کوئی لہنگی استعمال کرتا ہے یا پاجامہ، شیروانی پہنتا ہے یا صدری، عمامہ باندھتا ہے یا ٹوپی، چاہے وہ قراقلی ہو، پکول ہو یا جالی...... کچھ لوگوں کی روایت جبہ پہننے کی ہے، بعض علاقوں کے موسم اور رواج چادر ساتھ رکھنے پر مجبور کرتا ہے، کچھ لوگ کندھے پر رومال رکھنے کے عادی ہیں، اسلام کے لباس کی تعلیم ان میں سے کسی پر کوئی قدغن نہیں لگاتی، بس خیال رہے کہ لباس ایسا ہو کہ ستر ظاہر نہ ہونے پائے، اسے پہن کر دل فخر و غرور سے آلودہ نہ ہونے پائے کہ انسان بہر حال مٹی سے بنا ہے اور اسے مٹی میں جانا ہے، سروری اور بڑائی صرف ایک ہی ذات بے ہمتا کو زیبا ہے، وضع قطع میں ڈھنگ کی رعایت بھی ضروری ہے، بے ڈھنگا پن ممنوع ہے۔ اللہ کی دی ہوئی صورت اور خلقت کا حلیہ یوں بگاڑ دینا کہ دیکھتے ہی سب کی نظریں حیرت کے ساتھ اٹھنے لگ جائیں جائز نہیں، کسی کے ایک پاؤں میں جوتا ہے دوسرے میں نہیں، اس طرح بے ڈھنگا چلنے سے حضور نے منع فرمایا، پاکیزگی و طہارت ایمان کا جزء ہے، پنج وقتہ نماز فرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے جسم، لباس، جگہ کی طہارت شرط ہے، صرف کلر کی صفائی نہیں، حقیقتاً نجاست سے پاکی ضروری ہے، اس لیے مؤمن ہے تو اس کے دل و دماغ کی طرح اس کا لباس بھی صاف ستھرا اور پاک ہونا چاہیے اگرچہ وہ سادہ و معمولی ہی کیوں نہ ہو...... اس کے کردار کی طرح اس کی وضع قطع بے داغ ہوتی ہے اور آخری چیز جس کی رعایت ایک مؤمن کے لیے ضروری ہے لباس و ہیئت میں غیر مسلموں کی مشابہت سے بچنا اور ان کی روش سے ہٹنا ہے...... جس شخص کو ایمان کی ابدی سعادت سے نوازا گیا، جسے اسلام کی دولت عطا کی گئی، جسے اسوۂ نبوی کا روشن چراغ دیا گیا، اس کے شایان شان نہیں کہ وہ اپنی ہیئت، اپنے لباس، اپنی وضع قطع اور اپنی طرز زندگی میں اللہ کے دشمنوں کی روش پر چلے اور ان کے رنگ میں اس طرح رنگ جائے کہ اس کے اور کافر کے درمیان کوئی امتیاز، کوئی علامتی اختصاص ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ ایمان وہ دولت ہے جو بڑے نصیب اور صرف اللہ کی توفیق سے ملتی ہے، کفار کے ساتھ اس طرح کی مشابہت نعمت ایمان کی ناقدری ہے اور ایسے ناقدروں کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا **من تشبہ بقوم فھو منھم**...... جب یہ بات بعض نادان مسلمانوں سے کہی جاتی ہے تو وہ ندامت و شرمندگی کی بجائے کہنے لگتے ہیں "ارے چھوڑیں، یہ مولویوں کی انتہا پسندانہ باتیں ہیں، ہمارا دین بڑی گنجائش والا ہے، بس آدمی کا دل صاف ہونا چاہیے، مولویوں نے داڑھی اور لباس میں دین بند کر دیا ہے"...... سوال یہ ہے کہ پینٹ شرٹ اور ٹائی کی اس ہیئت پر آپ کیوں اتنی سختی کے ساتھ ڈٹے ہیں؟ کیا یہ انتہا پسندی نہیں، آپ اس ہیئت کے لیے اس قدر شدت کے ساتھ گنجائش کیوں نکال رہے ہیں، اس پر تنقید سے اتنے جزبز کیوں ہو رہے ہیں؟ آپ ترقی کو کیوں اس وضع قطع میں لپیٹ رہے ہیں؟...... اس فیشن کو آپ زندگی کا آرٹ کیوں بنا رہے ہیں؟ کیا یہ شدت پسندی نہیں؟ کیا عروج خاکی اسی میں ہے؟...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "ایک شخص ابتدا میں صرف انگریزی جوتا استعمال کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے ہم انگریز نہیں بن گئے، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں وہ دیکھ لے گا کہ یہ انگریزی جوتا اس کے بدن سے اسلامی پاجامہ اُتروا کر ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننے پر مجبور کر دے گا، پھر یہ پاجامہ اس کا اسلامی کرتہ اور عباء اُتروائے گا اور جب اعضاء و جوارح اور بدنِ انسانی کی پارلیمنٹ کے سب ارکان مغربی رنگ کے ہو گئے تو اس کے سلطان سر تاج کو مجبور ہو کر اُن کا تابع بننا پڑے گا اور انگریزی ٹوپی اسلامی عمامہ کی جگہ لے لے گی اور جب خود گھڑے گھڑائے صاحب بہادر بن گئے تو سمجھ لیجئے کہ اب گھر کے قدیم اصول و رواج کی خیر نہیں، کیونکہ یہ کسے کسائے صاحب بہادر کسی مسند پر نہیں بیٹھ سکتے، دستر خوان پر کھانا تناول نہیں فرما سکتے، نماز کے لیے بار بار وضو نہیں کر سکتے، رکوع و سجدہ نہیں کر سکتے۔ غرض گھر کا پرانا فرنیچر رخصت، طہارت و عبادت رخصت۔"...... "دیکھ لیا ایک انگریزی جوتے کی آفت کہاں تک پہنچی اور کس طرح اُس نے تمہارے دین و دنیا کو تباہ کر ڈالا، حقیقت میں گناہوں کا ایک سلسلہ ہے، جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو دوسرا اس کے ساتھ خود بخود لگ جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ نیکی کی فوری جزا یہ ہے کہ اس کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ہوتی ہے اور گناہ کی فوری سزا یہ ہے کہ اس کے بعد دوسرے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"